اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ: حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈیٹر: محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

جلد ۲۳/ اگست ۲۰۱۶ء/ ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ شمارہ ۱۲۹

قیمت فی شمارہ:-/30 روپے سالانہ چندہ-/400 روپے

مرکزی مجلس رضا

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتا: **مسلم کتابوی**، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

Email:muslimkitabevi@gmail.com, 042-37300638, 0321-4477511

ملنے کا پتہ: مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور 0333-4701081

تضمین بر کلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ

از قلم: ازہر القادری منظری (یو۔پی)

"اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے"

چہار جانب جفا کا عالم، ستم شعاری شباب میں ہے
مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے، ہر ایک دل اضطراب میں ہے
بہر سو چھایا ہے ابر ظلمت، یہ عرض نبوی جناب میں ہے
اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ، کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے، کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

انہیں سے روشن ہے سارا عالم، انہیں سے روشن ہر انجمن ہے
انہیں کے صدقے میں گل کھلے ہیں، انہیں سے کلیوں میں بانکپن ہے
انہیں سے نسلیں مہک رہی ہیں، انہیں سے ہر ذرہ گلبدن ہے
انہیں کی بو مایۂ سمن ہے، انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

ہے وقت نازک اکیلی جاں ہے، تباہیاں ہیں اندھیرا ہے گھر
جدا ہوئے ہیں عزیز سارے، پہاڑ غم کا ہے ٹوٹا سر پر
مہیب صورت بلا کی سختی، نئی ہے منزل عجیب منظر
کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر، نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آ کر مرے پیمبر، کہ سخت مشکل جواب میں ہے

ہے راہ پرخار پا برہنہ، پیاس سے ہیں زبانیں باہر
غضب کی جا ہے کٹیلا رستہ، ہے بوجھ بھاری گنہ کا سر پر
تپش کی شدت سے جسم بیکل، ہے نفسی نفسی بپا ہے محشر
خدائے قہار ہے غضب پر، کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیع محشر، تمہارا بندہ عذاب میں ہے

نبی ہیں قاسم خدا ہے معطی، دیا ہے سب کچھ انہیں خدا نے
عنایت و بخشش و کرم کے، ہر اک زباں پر سنے ترانے
مچل کے خوشیوں میں ہے سنایا، یہ مژدہ جانفزا رضا نے
کریم ایسا ملا کہ جس کے، کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو! کہ پھر کیوں، تمہارا دل اضطراب میں ہے

تباہیوں میں پڑا ہے ازہر، خدائے قہار جلوہ فرما
زمیں ہے تپتی گرم ہے سورج، حساب لے کر تو اور نہ گرما
مصیبتوں کی گھٹا ہے چھائی، خدا کے خورشید مہر فرما
کریم اپنے کریم کا صدقہ، لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا، رضا بھی کوئی حساب میں ہے

☆☆☆

تجلیاتِ نعت حیاتِ نو

از: مولانا بدر القادری ہالینڈ

نقشِ قدم پہ ان کے مٹے جا رہے ہیں لوگ
نام اپنا کامیابیوں میں لکھوا رہے ہیں لوگ

نعت نبی سے قلب کو گرما رہے ہیں لوگ
فیضِ نبی سے زیست نئی پا رہے ہیں لوگ

کس نے حیاتِ نو کا انہیں دے دیا پیام
جاں ان پہ دینے ہنستے ہوئے جا رہے ہیں لوگ

نامِ رسولِ پاک پہ مرنا ہے اصل زیست
گردن کٹا کے عمرِ ابد پا رہے ہیں لوگ

پوچھو تو نامِ طیبہ ہی عشاق لیں گے گو
احرام پوش حج کے لئے جا رہے ہیں لوگ

اللہ کے حبیب کی عظمت گھٹاتے ہیں
گستاخیوں کے تیر یوں برسا رہے ہیں لوگ

ناموسِ مصطفیٰ کے جو مومن ہیں پاسباں
ایسوں کو آج بدعتی فرما رہے ہیں لوگ

کیا دور ہے نصاریٰ کی خوشنودی کے لئے
اسلامی نام لینے سے شرما رہے ہیں لوگ

حُبِ نبی کا دعویٰ ہے اور ریش باسنن
فیشن کے مارے شوق میں منڈوا رہے ہیں لوگ

آیا عجب زمانہ کہ بدرؔ ایک سچی بات
ظالم کے آگے کہنے سے گھبرا رہے ہیں لوگ

مسلمانوں کی عزت وآبرو
اور عروج واقبال کا نسخۂ شفا

.............................از: مفتی محمد اصغر علی رضوی

ہم مسلمان پہلے کیا تھے اور اب کیا ہو گئے؟ ہم کو اشرف المخلوقات کہا گیا تھا۔ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سب سے بہتر بتلایا گیا تھا، ہم کو خیر الامم کا معزز خطاب دیا گیا، ساری امتوں اور قوموں سے اچھا بنایا گیا تھا، اب نام کے مسلمان ہیں ''الا ماشاء اللہ'' آج کے دور میں ہم صرف اپنے بزرگوں کا نام لے کر جی رہے ہیں فارسی کے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کسے کہ فخر بر آباء کند زبے ہنری
چو فضلہ ایست کہ می زاید از غذائے لطیف

(جو شخص اپنی بے ہنری اور نالائقی پر بھی اپنے باپ دادا کے کمالات پر فخر کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے فضلہ جو عمدہ غذا سے پیدا ہوتا ہے)

اس لئے فارسی کا ایک مقولہ ہے ''میراث پدر خواھی علم پدر آموز'' (باپ کا ترکہ چاہتے ہو تو باپ کا علم سیکھو) اے ملت اسلامیہ کے دھڑکتے دلو اور معزز قارئین! یہ کیا ہو گیا کہ ہم نے خدا اور اسلام کے داعی صلی اللہ علیہ وسلم کے سنہرے احکام کو ٹھکرا دیا غیر قوموں کے تمدن وتہذیب کو اختیار کر لیا، اور عیش پرست بن گئے، ذلت ہمارا نصیب بن گئی اور ہم خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کا مصداق بن گئے ہیں یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں ہم نے بھاری نقصان اٹھایا ہے، قرآن مقدس کی تعلیم نے بہت تھوڑی مدت میں مسلمانوں کو ایک ایسی قوم بنا دیا، جو تمام قوموں کی سردار اور رہنما بن گئی، قرآن عظیم کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر چلنے والے دنیا کے مالک بھی بنے اور انہوں نے دین کی تمام خوبیاں اور نعمتیں بھی پائیں، یہ وہی پاکیزہ کتاب ہے، جس کی بدولت روئے زمین پر خدا کی حکومت قائم ہوتی ہے، خدا کی

فرمانبرداری کا دور دورہ ہوتا ہے، اللہ کی محبت و ہدایت سے دل لبریز ہو جاتے ہیں۔ اگر مسلمان ہدایت کے خواہاں ہیں، ان کو امن وامان اور سکونِ دل کی تمنا ہے، مصیبتوں اور غموں سے پستی و ذلت سے اور مایوسی اور مجبوری سے نکلنا چاہتے ہیں، دین اور دنیا میں کامیاب وشادکام ہونے کی آرزو رکھتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ قرآن حکیم پڑھیں، اس کے احکام اور ہدایتوں پر عمل کریں۔ مگر حیرت کی بات اور تعجب کا مقام ہے کہ مسلمان قرآن حکیم کی حکمت سے بھری ہوئی تعلیمات کے موجود ہونے کے باوجود اس سے غافل ہو کر دنیا کی سربلندی میں دنیا کی تباہ کاریوں، فضول خرچیوں اور بے شمار بے حیائیوں کے پیچھے جا پڑے ہیں، ان کو خبر ہی نہیں کہ ہم قرآن حکیم کی رہنمائی سے کون کون سے فائدے کیسے حاصل کر سکتے ہیں، اور قرآنِ مقدس ہمیں کہاں پہنچانا چاہتا ہے اور ہم کدھر جا رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ غیر قومیں جو چاہتی ہیں، مسلمانوں کے ہاتھوں سے اچک لے جاتی ہیں، اور مسلمان دیکھتے ہی دیکھتے رہ جاتے ہیں، پھر عاجزی و ذلت سے وہ ان کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ آہ! کیسا دل دکھانے والا سماں ہے کہ مسلمانوں کے سامنے علم وحکمت، ترقی وسربلندی کی راہیں کھلی ہوئی ہیں اور قرآن کریم اپنی پوری شان رہنمائی کے ساتھ اپنی چمک دمک دکھا رہا ہے، مگر مسلمانوں کو کچھ نظر نہیں آتا قرآن مقدس موجود ہے مگر اس پر عمل کرنے والا کوئی نہیں، آفتاب اپنا کمال ضیاء دکھلا رہا ہے، مگر اس سے روشنی حاصل کرنے والے لوگ بہت کم ہیں قرآن حکیم کو تلاش کیا جائے تو کتابی صورت میں، خوبصورت جزدانوں میں، اونچے اونچے طاقوں میں تمام مسلمانوں کے گھروں میں پایا جاتا ہے، قرآن حکیم کا نام اور عزت زبانوں اور دلوں تک ضرور ہے، مگر پتہ لگایا جائے تو مسلمانوں میں عمل بہت کم نظر آئے گا۔ وجہ یہ ہے کہ آج کل کتنے لوگوں کے ایمان کی حالت درست نہیں، اسلام کا جو پہلا رکن ہے، خدا کی خالص توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار زبان سے کرنا۔ تو وہ تو موجود ہے، مگر دل سے ماننے والے بہت کم ہیں۔ اب آپ ہی اپنے ضمیر سے پوچھئے کہ مسلمانوں میں اسلامی احکام پر عمل کس حد تک ہے، کتنے لوگ ریاکاری کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، کتنے لوگ نماز ریاکاری کی پڑھتے ہیں، روزہ ریاکاری کا رکھتے ہیں، اور زکوٰۃ کا یہ حال ہے، کہ چمڑی جائے دمڑی نہ جائے، کتنے لوگ حج اس لئے کرتے ہیں، کہ لوگ

انہیں حاجی کہیں۔ اسلام کے ابتدائی پانچ ارکان کی تو یہ حالت ہے، اب رہے دوسرے احکام تو ان سے ہم کوسوں دور نظر آرہے ہیں۔

اسلام کے بنیادی امور میں سے ''اتفاق'' ایک اصول ہے، لیکن اتفاق کا احساس ہم میں نام کو باقی نہیں ہے داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ کہہ کر سب مسلمانوں کو بھائی چارے کے رشتہ میں جوڑ دیا تھا جبکہ مکہ معظمہ کے مہاجر مدینہ منورہ میں پہنچے تو انصار نے اس ارشاد پر اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہا، اور ہر مہاجر کو اپنی ہر چیز میں سے آدھا حصہ دیا، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہے، لیکن ارشاد نبوت پر زمانہ حال کے لئے غور کیجئے۔ غیر تو غیر ایک حقیقی بھائی دوسرے بھائی کا سر کاٹنے کے لئے تیار ہے۔ کیا اسی کا نام اتفاق ہے؟ اگر اتفاق کا یہی حال رہا تو مسلمان کبھی سرسبز وشاداب نہ ہو سکیں گے، یہ سب نتیجہ ہے قرآنی تعلیمات سے ناآشنا ہونے کا! آپ جانتے ہیں کہ ہر قریہ قریہ میں مسجدیں کیوں بنوائی گئیں؟ بڑے بڑے شہروں میں جامع مسجدیں بنوانے کا اصل مقصد کیا ہے؟ نماز کے لئے مسجد میں جماعت کیوں ضروری ہے؟ نماز تو ہر پاک جگہ میں ہو سکتی ہے۔ گھر ہو یا جنگل پہاڑی ہو یا میدان، ہر جگہ نماز پڑھی جا سکتی ہے، لیکن نماز کے لئے مسجد اور جماعت کی تاکید اس لئے ہے کہ مسلمان ایک جگہ جمع ہوں اور ان میں اتفاق پیدا ہو جائے، مشکل امور کا تصفیہ باہم مل کر کریں، اگر مسلمانوں میں دینی و دنیوی امور کے بارے میں باہمی اختلاف پیدا ہو جائے تو وہ دور کیا جائے اور جو معاملہ مسجد محلّہ میں طے نہ ہو اس کا تصفیہ جامع مسجد میں ہو اور جو امور جامع مسجد میں طے نہ ہوں۔ سال میں دو دفعہ عیدگاہ میں جمع ہو کر مسلمان باہم ان کا تصفیہ کریں، مسلمانوں میں تبادلہ خیالات ہو اور سال میں ایک بار دنیائے اسلام کے نمائندے حج کے لئے جمع ہوں۔ اسلامی امور کو سلجھانے اور دین کی ترقی کے لئے تدبیریں سوچیں، اور ان پر عمل کریں، مگر یہ کس قدر اندوہناک حالت ہے کہ خدا کی اطاعت گزاری کا دعویٰ کرنے والے مسلمان، خدا کے احکام سے بہت دور چلے گئے ہیں اور بہت دور ہوتے جا رہے ہیں، وہ خدا کا در چھوڑ کر اور اس کے فرمان سے منہ موڑ کر دربدر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اس طرح ہم خود بخود اپنی غفلتوں سے آفتوں اور مصیبتوں کا نشانہ بن گئے ہیں دنیا بھر کے مسلمانوں کی شکستہ حالی کا حال دنیا کو معلوم ہے، افغانستان، عراق، شام،

فلسطین، گجرات وکشمیر اور نیپال وغیرہ بے شمار علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کی ابتری و بدحالی دنیا کو معلوم ہے۔ کیا مسلمان یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ اس وقت دنیا میں قومی عزت اور سطوت کے مالک ہیں؟ کیا مسلمان کسی قوم کے سامنے اپنی قومی حیات واجتماعی قوت اور مذہبی طاقت کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ کیا مسلمان اب بھی سرکشوں اور بددینوں کو اپنے وعظ اور پیام اصلاح سے متاثر کر کے فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ کیا آپکو یاد نہیں کہ کل ہماری ہمتوں نے جن کے سر جھکائے تھے، آج ان کے قلم ہماری قسمتوں کا فیصلہ کر رہے ہیں، آج دنیا خودغرضی کی ہنگامہ آرائیوں میں مبتلا ہے، مغربیت نوازی نے اسلامی برادری کے فکر وعمل اور عقیدہ میں افسوسناک تبدیلی پیدا کر دی ہے، سیاسی و مذہبی فرقہ بندیوں اور اختلافات نے مسلمان قوم کے شیرازہ کو پراگندہ کر دیا ہے۔

طبائع مسخ گویا ہو گئی ہیں کلمہ گویوں کی
الٰہی کیا ہوئیں وہ برکتیں اس دین و ملت کی

فرصت کے لمحوں میں اپنی بیماریوں کی تشخیص کیجئے، اور پھر بہت جلد شفا دینے والے علاج پر خود غور کیجئے، اگر آج بھی مسلمان اپنے فکر وعمل اور عقیدہ کی اصلاح میں غور وفکر کریں اور سارے مسلمان متحد ہو کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں تو یہ مسلمان وہی مسلمان ہے جس نے زنجیر غلامی میں جکڑے ہوئے ہندوستان کو انگریز جیسے جابر وظالم سے آزاد کرایا آج بھی ہندوستان کو ان کفار سے آزاد کرا کر ہندوستان کی کایا پلٹ دیں گے۔

دنیائے اسلام کی حالتِ زار کو پیش نظر رکھئے تو آپکو معلوم ہوگا کہ ہم میں اسلام کے پیدا کئے ہوئے ان تمام اعلیٰ جذبات کا خاتمہ ہو چکا ہے جن پر صدیوں تک ہماری پر ہیبت و پر شکوہ زندگی کا دارومدار ہے، کیا ہماری اذانوں میں روح بلالی، ارادوں میں صدیقی عظمت، حوصلوں میں فاروقی وسعت، قربانیوں میں عثمانی بے غرضی، ہمتوں میں حیدری جذبہ وخلوص اب تک باقی ہے۔ کاش ہم اسلام کی رسی کو مضبوط پکڑیں، اس کے احکام پر عمل کریں اور سچے دل سے مومن بن جائیں۔

نکلے خلوص دل سے اگر وقتِ نیم شب
اک آہ اک صدی کی عبادت سے کم نہیں

تاجدارِ اہلسنّت کی خداداد قوتِ حافظہ

ابوواصف محمد آصف مدنی

خالق کائنات، مالک ارض وسماوات نے حضرت انسان کو پیدا فرمایا، اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا، انہی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت عقل اور قوت حفظ ہے۔

قوت حفظ:

وہ قوت جو حواس ظاہری وباطنی کے افعال کو دماغ میں محفوظ رکھتی ہے حافظہ کہلاتی ہے، اور یہی وہ قوت ہے جو انسان کو دوسرے جانداروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سوچنے سمجھنے اور اس کائنات کے رازوں سے آگاہ ہونے کی صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔ یہ ذہنی استعداد جسے سائنسی زبان میں IQ یعنی Intelligence Quotient کہتے ہیں عام لوگوں میں اوسطاً 100 ہوتی ہے اور بعض لوگوں کو غیر معمولی آئی کیو لیول (Intelligence Quotient) عطا کیا جاتا ہے، ایک بالغ انسانی دماغ کا وزن لگ بھگ تین پونڈز ہوتا ہے۔ مردوں کے دماغ کا اوسط وزن 2.9 پونڈز (1336 گرام) اور خواتین کا 2.6 پونڈز (1198 گرام) ہوتا ہے، انسانی دماغ میں تقریباً سو ارب خلیات ہوتے ہیں جبکہ ایک دماغی خلیے کے دیگر دماغی خلیات کے ساتھ ایک ہزار سے دس ہزار تک رابطے ہوتے ہیں اور ان خلیات کے درمیان پیغامات کی منتقلی ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ہو جاتی ہے۔

قوت حافظہ انمول نعمت

ایک زمانہ تھا جب انسان اڑتے پرندوں اور تیرتی مچھلیوں کو دیکھ کر متاثر ہوتا، چمکتے

مہتاب، چمکاتے آفتاب، دمکتے ستاروں، خوش نما کہکشاؤں اور خیمہ نما نیلی چھت کو دیکھ کر ورطہ حیرت میں جا پڑتا اور بلند وبالا پہاڑوں کی شان وشوکت اسے سوچنے پر مجبور کر دیتی اور سمندروں، دریاؤں آبشاروں کے مناظر اسے تفکر کی موجوں میں غوطے دینا شروع کر دیتے آخر جب اس نے اپنے رب کی عطا کی ہوئی نعمت کا استعمال کیا تو کائنات کو مسخر کرنے کے راز اس پر آشکار ہونے لگے اسی عقل سے اس نے جہاز بنائے، سمندر کی موجوں کا سینہ چیرتی کشتیاں اور بحری جہازوں کی صورت میں ایک نیا جہاں آباد کیا، اللہ عزوجل کی دی ہوئی اس نعمت کا ہمارے بزرگان دین، اسلاف کرام، ائمہ کرام، محدثین، مفسرین، مجتہدین، بڑے بڑے حکماء واطباء اور نامور مسلمان سائنسدانوں نے بھرپور استعمال کیا اور ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیے جو رہتی دنیا کے لئے یادگار بن گئے۔ یوں تو انسان کی تخلیق کے ابتدائی دور ہی سے قوتِ حفظ اور ذہانت کے حیران کردینے والے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حفظ وذہانت کی وہ قوت نصیب ہوئی جس کی تاریخ تواریخ عالم میں نہیں چنانچہ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے اس امت محمدیہ کو حفظ ویادداشت کی وہ غیر معمولی صلاحیت عطا فرمائی ہے جس سے گزشتہ امتیں محروم تھیں۔

(زرقانی علی المواہب، جلد 07، صفحہ 478، المقصد الرابع، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا حسین بن عبدالرحیم عراقی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ لوگوں نے اپنی کم عمر میں جن علوم پر عبور حاصل کیا، سابقہ امتیں لمبی عمریں ملنے کے باوجود حاصل نہ کرسکیں، یہی وجہ کہ اتنی کم عمری میں اس امت کے مجتہدین پر علوم ومعارف کے خزانے کھول دیئے گئے۔

(زرقانی علی المواہب، جلد 07، صفحہ 478، المقصد الرابع، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

گویا بے مثال قوت حفظ وذہانت اس امت کا خاصہ ہے، ہر زمانے میں ایک مخصوص طبقہ ایسا رہا ہے کہ جنہیں اللہ عزوجل قوت حافظہ کی ایسی دولت عطا فرماتا ہے کہ چاروں

طرف نہ صرف ان کا شہرہ ہو جاتا ہے بلکہ وہ ایسے حیران کن کارنامے سرانجام دیتے ہیں کہ دنیا انگشت بدانداں رہ جاتی ہے۔

اکابرین امت اور قوت حفظ:

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب بندوں کو کیسی قوت حفظ سے نوازا چنانچہ حضرت ابوالمعالی محمد بن علی حلبی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے قوت حفظ کی بدولت صرف ایک بار پڑھ کر سورہ انعام یاد کرلی، حضرت سیدنا ہشام بن محمد کلبی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے تین دن میں قرآن عظیم حفظ کرلیا، حضرت سیدنا محمد معصوم ابن امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف تین ماہ میں حفظ قرآن کی سعادت پائی، حضرت سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ السامی نے چار سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کرلیا، تاجدار گولڑہ حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید ناظرہ پڑھا تو بلا ارادہ پورا قرآن حفظ ہوگیا، امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے قوت حفظ کی بنیاد پر قرآن وحدیث سے کثیر احکامات استخراج فرمائے، سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی ایام میں ستر ہزار احادیث یاد فرمالیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد محترم کی تمام باتوں کو یاد کرلیا، حضرت ابوزرعہ رضی اللہ عنہ جو سنتے یاد ہو جاتا، حضرت سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سات دن میں حفظ قرآن فرمالیا، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک رات میں ایک ہزار مسائل کا استنباط قرآن وحدیث سے فرمالیتے، حضرت سیدنا ابوبکر انباری رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کی تائید کرنے والے تین لاکھ اشعار یاد تھے، آپ کو ایک سو بیس تفاسیر قرآن باسناد یاد تھیں، حضرت سیدنا ابوبکر بن مسلم شہاب زہری علیہ الرحمۃ نے اسی (80) دن میں پورا قرآن عظیم یاد فرمالیا۔

عالم باعمل، فاضل اجل، عاشق نبی مرسل، ولی رب لم یزل، آفتاب ولایت، ماہتاب ہدایت، تاجدار اہل سنت اعلیٰ حضرت، سیدنا ومولانا الحاج الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الحنان کو اللہ عزوجل کی عطا سے حیرت انگیز قوت حفظ نصیب ہوئی۔ چند واقعات

ملاحظہ ہوں۔

حیرت انگیز قوّتِ حافظہ

محدث اعظم ہند خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ ابو حامد سیّد محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ کے بارے فرماتے ہیں: تکمیلِ جواب کے لیے جُزئیاتِ فِقہ کی تلاشی میں جو لوگ تھک جاتے وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عَرض کرتے اور حوالہ جات طلب کرتے تو اُسی وقت آپ فرمادیتے کہ "رَدُّ المُحتار" جلد فُلاں کے فُلاں صَفحہ پر فُلاں سَطر میں اِن الفاظ کے ساتھ جُزئیہ موجود ہے۔ "دُرِّمُختار" کے فُلاں صَفحے پر فُلاں سَطر میں عبارت یہ ہے۔ "عالمگیری" میں بقید جلد و صَفحہ وَسَطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ ہِندیہ میں خَیریہ میں "مَبسُوط" میں ایک ایک کتاب فِقہ کی اصل عبارت مع صَفحہ وَسَطر بتادیتے اور جب کتابوں میں دیکھا جاتا تو وُہی صَفحہ وَسَطر و عبارت پاتے جو زَبانِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا۔ اِس کو ہم زِیادہ سے زِیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خُداداد قوّتِ حافِظہ سے چودہ سو سال کی کتابیں حفظ تھیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد 01، صفحہ 210، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، صفحہ 29، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

سن کر یاد فرمالیا:

مولوی محمد حسین صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ رمضان المبارک کے ماہ مبارک میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں اعتکاف کیا، میں نے سحر کے وقت قرآن شریف میں غلطی کی ،حضرت آرام فرمارہے تھے مگر بیدار تھے، مجھے وہ غلطی بتائی ،میں نے دوبارہ پڑھا، فرمایا: اب مجھ سے سنو! وہی رکوع پڑھا، کچھ دیر بعد فجر کی نماز میں بغیر تکلف وہی رکوع پڑھ دیا۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد 01، صفحہ 252، مکتبہ کشمیر انٹرنشنل پبلشرز، لاہور)

صرف ایک ماہ میں حفظِ قرآن

حضرتِ جناب سیّد ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: بعض ناواقف حضرات میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اِس لقب کا اَہل نہیں ہوں۔

سیّد ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی روز سے دَور شُروع کردیا جس کا وَقت غالِباً عشاء کا وُضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے، یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ یاد فرمالیا۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ میں نے کلامِ پاک بالتَّرتیب بکوشش یاد کرلیا اور یہ اِس لیے کہ ان بندگانِ خُدا کا (جو میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں) کہنا غلط ثابت نہ ہو۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد 01، صفحہ 210، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، صفحہ 30، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

ایک رات میں دو جلدیں حافظے میں محفوظ

خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پیلی بھیت میں حضرت وصی احمد محدث سورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے گھر مہمان تھے، ایک دن دورانِ گفتگو فقہ کی کتاب ''عقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ'' کا ذکر ہوا، یہ کتاب محدث سورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی لائبریری میں موجود تھی، کتاب کا نام سنتے ہی اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''میں نے (یہ کتاب) نہیں دیکھی'' (بریلی واپس) جاتے ہوئے یہ کتاب میرے ساتھ کر دیجئے گا۔ حضرت محدث سورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے اسے بخوشی قبول کیا اور کتاب لا کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کردی مگر ساتھ میں یہ بھی فرمایا: جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا، اس لیے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں میرے پاس یہی گنتی کہ چند کتابیں ہیں جن سے میں فتاوی دیا کرتا ہوں۔'' اعلیٰ حضرت نے اسے قبول فرمالیا، آپ کی اسی دن بریلی روانگی تھی مگر ایک جاں نثار مرید کی دعوت کی وجہ سے ایک دن مزید قیام کرنا پڑا۔ رات میں

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ''عقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ'' کا مطالعہ فرمایا جب دوسرے دن بریلی جانے کا وقت آیا تو آپ نے محدث سورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو یہ کتاب واپس فرمادی اور ارشاد فرمایا: ''قصد بریلی لے جانے کا تھا اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا، لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔'' حضرت وصی احمد محدث سورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے انتہائی حیرت سے فرمایا: ''بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگیا؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو ان شاء اللہ عزوجل زندگی بھر کے لیے محفوظ ہوگیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد 01، صفحہ 213، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

علمی استحضار:

حضرت علامہ ظفرالدین بہاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں: ایک مرتبہ دارالافتاء میں پندرہ بطن کا مناسخہ آیا، چونکہ اعلیٰ حضرت کی رائے میں مولانا سید محمد صاحب نے فن حساب کی تکمیل باضابطہ کی تھی، اور آنہ پائی کا حساب بالکل آسانی سے کرتے تھے، لہٰذا یہ مناسخہ انہیں کی سپرد کیا گیا مولانا صاحب کا بیان ہے کہ ان کا سارا دن اسی مناسخہ کے حل کرنے میں لگ گیا۔ شام کو اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ کے مطابق جب بعد عصر پھاٹک میں نشست ہوئی اور فتاویٰ پیش کیے جانے لگے تو میں نے بھی اپنا قلم بند کیا ہوا جواب اس امید کے ساتھ پیش کیا کہ آج اعلیٰ حضرت کی دادلوں گا۔ پہلے استفتا سنایا۔ ''فلاں مرا، اور اتنے وارث چھوڑے، اور پھر فلاں مرا اور اتنے وارث چھوڑے، غرض پندرہ موت واقع ہونے کے بعد زندوں پر ان کے حق شرعی کے مطابق ترکہ تقسیم کرنا تھا، مرنے والے تو پندرہ تھے، مگر زندہ وارث کی تعداد پچاس سے اوپر تھی، استفتا ختم ہوا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا، فلاں کو اتنا حصہ دیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد 01، صفحہ 255، مکتبہ کشمیر انٹرنیشنل پبلشرز، لاہور)

لاینحل مسئلہ کی تفہیم

اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بے پناہ قوت حفظ سے نوازا تھا، جب کسی مسئلہ کے حل کے سلسلے میں اہل فن حیران ہوجاتے، اعلیٰ حضرت اس مسئلہ کی تفہیم یوں فرماتے جیسے سالوں سے اسی پر تحقیق فرما رہے ہوں، چنانچہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین جو کہ ریاضی میں غیر ملکی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کیے ہوئے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ریاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے آئے۔ ارشاد ہوا، فرمایا اُنہوں نے کہا: وہ ایسا مسئلہ نہیں جسے اتنی آسانی سے عرض کروں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، کچھ تو فرمایئے۔ وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کیا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُسی وقت اس کا تشفی بخش جواب دے دیا۔ اُنہوں نے انتہائی حیرت سے کہا کہ میں اِس مسئلہ کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا اتفاقاً ہمارے دینیات کے پروفیسر مولانا سیّد سُلیمان اشرف صاحِب بہاری نے میری راہنمائی فرمائی اور میں یہاں حاضر ہوگیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحِب بصد فرحت ومُسرّت واپس تشریف لے گئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت سے اِس قدر مُتأثّر ہوئے کہ داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوگئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد 01، صفحہ 210، مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی)

۱۹ شوال المکرم ۱۴۳۷

امام احمد رضا بہ حیثیت محقق

از: ڈاکٹر محمد مرسلین ناگپوری

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی تعریف کی محتاج نہیں۔ آپ کی ذاتِ گرامی اور آپ کے علوم وفنون کا اندازہ اسی بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آج ساری دنیا میں آپ کے کارناموں پر ڈاکٹریٹ (Ph-D) کی ڈگریاں حاصل کی جارہی ہیں۔ آپ نے جس عنوان پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کردیا۔ اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ امام احمد رضا کے فتاویٰ اور تصانیف میں کثرت دلائل سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے امام احمد رضا کو چودہ سو سالہ تمام پرانی کتابیں حفظ تھیں۔ سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جن پر علماء متقدمین نے قلم اٹھا کر اپنی لاعلمی ظاہر کی، یا کسی مصلحت کی بناء پر یا احتیاط کی بناء پر ادھورا چھوڑ دیا جس کو فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل کیا۔

سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جن پر صدیوں سے اختلاف رہا ہے مگر فاضل بریلوی نے بڑی ہی آسانی سے اس اختلاف کو دور کردیا، اور ہر کسی کے اقوال کو اپنی جگہ صحیح ثابت کردیا اور کسی کی ذات پر آنچ بھی نہ آنے دی۔ فاضل بریلوی میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ علم کا اتنا بڑا ذخیرہ اپنے پاس موجود ہونے کے باوجود کبھی اپنی برتری ظاہر نہ کی۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش آجاتا جس کو علماء متقدمین حل نہ کرسکے اور فاضل بریلوی اس کو حل کرسکتے تو ایسے مقالات پر وہ تطفل کا عنوان دیتے ہیں جس کے معنیٰ ہیں ''بچوں والی بات'' تاکہ قاری کو گستاخی کا وہم بھی پیدا نہ ہو۔

فاضل بریلوی نے سینکڑوں جگہ اکابر فقہاء کرام کے تسامحات پر تنبیہ کی ہے مگر کیا مجال کہ بے ادبی یا تنقیص کا کوئی کلمہ نوکِ قلم پر لائیں یا اپنی برتری کا اظہار کریں۔ اس طرح

کے ڈھیر سارے مسائل ہیں جن کو علماء قدیم نے ادھورا چھوڑا، مگر فاضل بریلوی نے نہایت ہی آسانی سے ان کو حل کردیا۔

ذیل میں چند واقعات پیش کیے جارہے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مجدد ہونے کا حق ادا کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی کو ''مجدد اعظم'' کہا جاتا ہے۔ جس نے ہر محاذ پر گستاخِ رسول کا قلع قمع کیا اور علماء حق کو سینے سے لگایا۔ فاضل بریلوی کے بارے میں صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ ہم تمام مسلمانانِ اہلسنت کے لئے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ایک نہایت ہی انمول تحفہ ہے۔

علامہ شامی اور امام احمد رضا

قرآن پاک افضل ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؟ اس بارے میں علامہ شامی نے فرمایا: ''یہ مسئلہ اختلافی ہے اور احتیاط یہ ہے کہ توقف کیا جائے۔'' اس پر امام احمد رضا بریلوی نے شامی کے حاشیہ ''جد الممتار'' میں فرمایا:

> ''توقف کی حاجت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میرے نزدیک مسئلہ واضح ہے، کیونکہ اگر قرآن سے مراد مصحف ہو یعنی کاغذ اور سیاہی، تو اس میں شک نہیں کہ وہ حادث اور مخلوق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مخلوق سے افضل ہیں۔ اور اگر قرآن سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام ہو، جو اس کی صفت ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی صفات تمام مخلوقات سے افضل ہیں، جو چیز اللہ تعالیٰ کا غیر ہے، وہ اس صفت کے مساوی کیسے ہوسکتی ہے، جو اس کا غیر نہیں ہے۔ اس بیان سے ہر دو قول میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے، جن حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل قرار دیا ہے انہوں نے قرآن سے مراد مصحف لیا ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ مخلوق ہے کیونکہ وہ کاغذ اور سیاہی کا مجموعہ ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر ایک سے افضل ہیں۔''

(امام احمد رضا، جد الممتار/جلد:۱/ص:۱۱۹)

مُلّا علی قاری اور امام احمد رضا

حضرت محبوبِ الٰہی رضی اللہ عنہ کا لقب زر بخش ہے۔ حضرت کی بخشش کی یہ حالت تھی کہ بادشاہ کے یہاں سے خوان، بڑے بڑے جواہرات کے لاکر رکھے گئے۔ ایک صاحب حاضر تھے، انہوں نے عرض کی الھدایہ مشترکہ (کہ ہدیے حاضرین میں مشترک ہونے چاہئیں) مطلب یہ تھا کہ کچھ ہمیں بھی عنایت ہو۔ ارشاد فرمایا: اماتنہا خوشتر (تنہا کو مل جائیں تو اور بھی اچھا) یہ فرما کر سب انہیں دے دیئے۔

حضرت سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے پاس ہارون رشید نے روپے اشرفیوں کے خوان بھیجے۔ ایک صاحب نے عرض کی الھدایہ مشترکہ۔ ارشاد فرمایا: بہ امثال فواکہ (میوہ جات) کے لئے ہے کہ جو ہدیہ پیش کیا جائے وہ تمام حاضرین میں مشترک ہوتا ہے ان کے سوا اور چیزوں کا یہ حکم نہیں۔ ان دونوں واقعات کو لکھ کر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اعتراض کیا کہ دونوں کا جواب آپس میں موافق نہیں۔ لیکن فاضل بریلوی نے اس کے حاشیہ پر یہ جواب لکھا کہ:

"امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ مقام تشریع میں تھے، ان کے افعال واقوال و احوال یہاں تک کہ ان کی ایک ایک وضع سے استدلال کیا جاتا ہے، اور محبوبِ الٰہی رضی اللہ عنہ مقام تبتل میں تھے ان کا مرتبہ ان کے مرتبہ سے علیحدہ ہے یہاں غیر سے بالکل انقطاع بخلاف اس کے ان کا ایک ایک فعل بلکہ ان کی پوشش تک حجت ہوتی ہے ان کے تمام حالات منقول ہوتے ہیں۔"

اس مسئلہ کو آسانی سے سمجھانے کے لئے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا ایک اور واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ، کتب فقہ میں ہے کہ:

"ایک مرتبہ آپ یوم الشک میں یعنی جس روز شبہ ہو کہ، وہ رمضان کی پہلی یا شعبان کی تیس، آپ بعد ضحوہ کبریٰ کے بازار میں تشریف لائے اور فرمایا:

"روزہ کھول دو" اس وقت کی وضع منقول ہے کہ سیاہ گھوڑے پر سوار تھے، لباس بھی سیاہ تھا اور سیاہ عمامہ باندھے تھے۔ غرضکہ سوائے ریش مبارک کے کوئی چیز سفید نہ تھی۔"

اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا گیا کہ سواد (سیاہ رنگ) کا پہننا جائز۔ ایک صاحب نے سوال کیا آپکا روزہ ہے یا نہیں؟ چپکے سے کان میں فرمایا: "انا صائم" میں روزے سے ہوں۔" اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ مفتی خود یوم الشک میں روزہ رکھے اور عوام کو نہ رکھنے کا حکم دے۔ غرضکہ حاصل جواب یہ ہے کہ آپ نے ان دونوں صاحبوں کے مراتب میں بھی فرق نہیں کیا، انہوں نے یہ کہا، انہوں نے یہ کہا، دونوں قولوں میں کتنا فرق ہے۔ لیکن دونوں کے مرتبوں میں بھی تو فرق ہے۔ (الملفوظ/ ج:۴/ ص:۴۴)

علامہ سید طحطاوی اور امام احمد رضا

فقہاء کرام کا ضابطہ ہے کہ جو چیز بیماری کے سبب جسم سے خارج ہو، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

وکذا کل مایخرج من وجع ولو من اذن اوثدی اوسرہ' ۔یعنی نواقض وضو میں ہر وہ شے ہے کسی بیماری کے سبب سے خارج ہو۔ اگرچہ کان، پستان یا ناف سے ہی خارج ہو۔

اس قاعدہ پر علامہ سید طحطاوی نے یہ مسئلہ متفرع کیا کہ "زکام سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ زکام میں بیماری کے سبب پانی ناک سے خارج ہوتا ہے۔" چنانچہ درمختار کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ظاہرہ یعمہ الانف اذا زکم یعنی اس عبارت کا ظاہر ناک کو بھی شامل ہے جبکہ زکام ہو جائے۔

مگر قربان جایئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "زکام سے وضو نہیں ٹوٹتا۔" اور سید احمد طحطاوی پر یہ بات مخفی رہ گئی کہ فقہاء کا مذکورہ

قاعدہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے جب بیماری کے سبب سے جو چیز بدن سے خارج ہو تو اس میں خون یا پیپ کی آمیزش کا شائبہ ہو۔ چنانچہ منیہ، غنیتہ، حلیہ، تحفہ، کافی، بحر الرائق، تبیین الحقائق، خلاصہ وجیز، فتح القدیر وغیرہ کتب فقہ میں اس تقیید پر تصریح موجود ہے۔ قاعدہ مذکورہ کی وضاحت کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے زکام سے وضو نہ ٹوٹنے پر دو مستقل دلیلیں ارقام فرمائیں، ہم ان کی تلخیص ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

۱- فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بلغمی رطوبات خواہ دماغ سے نازل ہوں، یا پیٹ سے صاعد ہو، طاہر ہیں، ان کا خروج نقض وضو نہیں ہے اور زکام میں ناک کے راستے سے بلغمی رطوبات کا اخراج ہوتا ہے پس ان کا خروج نقض وضو کا سبب نہیں ہے۔

۲- فقہاء کرام کا قاعدہ ہے کہ نجاست کا خروج موجب حدث ہے۔ اور جو نجس بالخروج نہ ہو وہ حدث نہیں ہے۔ اور زکام کی رطوبات چونکہ نجس بالخروج نہیں ہے، اس لئے وہ موجب حدث نہیں ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ/جلد اول/ص:۳۹-۴۰)

علامہ شامی اور امام احمد رضا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں اذان دی ہے یا کہ نہیں، بعض علماء نے کہا کہ آپ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ کیونکہ امام ترمذی کی روایت سے اسی طرح ثابت ہے اور بعض علماء نے اس استدلال کو رد کر دیا۔ کیونکہ طریق ترمذی سے امام احمد نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا تھا۔ پس روایت ترمذی میں حضور کی طرف اذان کا اسناد الی السبب کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا آپکا اذان دینا ثابت نہ ہوا۔ چنانچہ علامہ شامی رد المختار/ جلد:۱/ص:۲۷۲ پر فرماتے ہیں کہ:

''عام طور پر لوگ پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے یا نہیں۔'' اور امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ اور اس پر امام نووی نے اعتماد

کیا، لیکن امام احمد نے اس طریق سے روایت کیا کہ حضور نے بلال کو اذان دینے کا امر فرمایا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ روایتِ سابقہ کا بھی یہی محمل ہے۔''

اس مقام پر علامہ شامی نے ملا علی قاری اور دوسرے علماء کی طرح اس پر جزم کیا کہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان نہیں دی۔ اور ترمذی کی روایت اسنادِ مجازی ہے لیکن اعلیٰ حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک مرتبہ اذان دی ہے اور اس کو اسنادِ مجازی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ تحفہ امام ابن حجر مکی میں ہے کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی، اور اذان کے تشہد میں فرمایا کہ اشھد انی رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور نص مفسر ہے کہ جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتی، کیونکہ اگر آپ نے اذان خود نہ فرمائی ہوتی تو اشھد انی رسول اللہ کے بجائے **اشھد ان محمد رسول اللہ** کے الفاظ وارد ہوتے۔ اور علامہ شامی نے خود/ جلد:۱/ص:۲۷۴ پر تحفہ کی اس روایت کو ذکر کر کے اس کی صحت کو بیان کیا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ/ جلد دوم/ص:۳۴۴)

تطبیق بین الاقوال

وضو میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہاء متقدمین کی عبارتوں میں زبردست اختلاف اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حلبی نے غنیہ میں اور علامہ طحطاوی نے شرح درمختار میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ مدقق علائی نے درمختار میں مکروہ تحریمی بتایا۔ بحر الرائق نے اس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں خلاف اولیٰ ہونے پر جزم کیا۔

غرض کہ اسراف فی الوضو کے بارے میں فقہاء کے چار ۴ قول ہیں، حرام، مکروہ

تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ۔ اور بظاہر یہ چاروں متضاد اقوال ہیں، جس کا اعلیٰ حضرت نے کمالِ تحقیق سے ان چاروں اقوال کے علیحدہ علیحدہ محمل بیان کئے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حرام: وضو میں سنت سمجھ کر بلاضرورت پانی خرچ کیا جائے۔

مکروہ تحریمی: بلااعتقادِ سنیت وبلاضرورت وضو میں پانی اس طرح خرچ کرے کہ وہ پانی ضائع ہوجائے۔

مکروہ تنزیہی: نہ تو سنیت کا عقیدہ ہو، نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ، لیکن عادتاً بلا ضرورت پانی خرچ کرتا ہو۔

خلافِ اولیٰ: نہ اعتقادِ سنیت ہو، نہ اضاعت ہو، نہ بلاضرورت خرچ کرنے کی عادت ہو، نادراً بلاضرورت پانی خرچ کرے۔

اس تحقیق کے بعد مزید اضافہ کے طور پر فرمایا کہ، اگر ان چاروں وجہ کے علاوہ کسی غرض صحیح سے وضو میں تین تین دفعہ سے زیادہ پانی خرچ کیا، تو یہ بلاشبہ جائز اور صحیح ہے، اور اس کی چار ۴ صورتیں بیان فرمائیں:

۱- بدن سے گندگی اور میل کا ازالہ اور تنظیف کی خاطر تین مرتبہ سے زیادہ دھویا جائے۔

۲-شدت گرمی سے بچنے اور بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کی غرض سے تین بار میں زیادتی کی جائے۔

۳-دو۲ یا تین میں شک پڑ جائے تو ازالہ ریب کی خاطر مقدارِ اقل پر بناء کر کے ایک بار اور دھوئے۔

۴-وضو نور علیٰ نور کے قصد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے.....''

الغرض تطہیر کے قصد سے اگر تین مرتبہ دھونے پر زیادتی کرے تو اس کی چار ۴ صورتیں ہیں، اور وہ حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، اور خلاف اولیٰ کا حکم رکھتی ہیں، اور ان صورتوں کے بغیر اگر غرض صحیح سے مطابق مؤخر الذکر چار صورتوں کے زیادتی کی جائے تو بلا کراہت

جائز اور بلا ریب صحیح ہے۔ (فتاویٰ رضویہ/جلد اول/ص:۱۶۶تا۲۰۸)

امام احمد رضا اور مسئلہ تیمم

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشیاء کا شمار پیش کیا جن سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تیمم کرنا جائز ہے۔ فقہ حنفی کی جملہ کتابوں سے ایسی تمام اشیاء کے نام لکھے اور ہر چیز کے ساتھ ان کتابوں کا حوالہ دیا جن میں اس چیز سے تیمم کرنا جائز بتایا ہے، ایسی تمام اشیاء کا شمار چوہتر (۷۴) ہے۔

مگر قربان جایئے، فاضل بریلوی کی ذہانت پر کہ اپنی طرف سے ایک سو سات (۱۰۷) اشیاء کا اضافہ کیا جس سے تیمم جائز ہے، اس طرح کل ملا کر ایک سو اکیاسی (۱۸۱) اشیاء ہوئیں جن سے تیمم جائز ہے۔ اس کے بعد ان اشیاء کے نام مع حوالہ کتب میں پیش کئے جن سے تیمم جائز نہ ہونے کی تصریح ہمارے ائمہ کرام کی مایہ ناز تصنیف میں بیان ہو چکی ہے جن کا شمار اٹھاون ۵۸ ہے مگر مجدد مائۃ حاضرہ نے فراستِ ایمانی اور تائیدِ ربانی اور اپنی ذہانت سے بہتر (۷۲) اشیاء کا اضافہ کیا جن سے تیمم جائز نہیں۔ اس طرح کل اشیاء کا شمار تین سو گیارہ (۳۱۱) ہوا۔ جن میں سے ۱۸۱ سے تیمم جائز اور ۱۳۰ اشیاء سے تیمم ناجائز ہے۔

امام احمد رضا اور مسئلہ لمعہ

جب نے بدن کا کچھ حصہ دھویا کچھ باقی رہا کہ پانی ختم ہوگیا۔ پھر حدث ہوا کہ، موجب وضو ہے۔ اب جو پانی ملے اسے وضو اور رفع حدث میں صرف کرے یا بقیہ جنابت کے دھونے میں، یہ مسئلہ لمعہ ہے۔ امام اہلسنّت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وہ تفصیلی تحقیق مع حوالہ جات بیان فرمائی کہ فقہ کی کسی کتاب میں اس کا چوتھائی حصہ بھی نہیں ملے گا۔ فقہ کی ہر کتاب میں لمعہ کی صورتیں مع احکام مندرج ہیں۔ سب سے زیادہ صورتیں شرح وقایہ کے اندر بیان ہوئی ہیں جن کا شمار پندرہ ۱۵ ہے۔

مگر قربان جایئے فاضل بریلوی کی ذاتِ گرامی پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے امام

اہلسنت کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کی شکل میں ظاہر کیا کہ، فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعہ کی اٹھیانویں (۹۸) صورتیں بیان کیں اور ہر ایک صورت کا مدلل شرعی حکم واضح کیا۔ چونکہ بعض صورتوں کا حکم ایک ہی جیسا ہے، لہٰذا اٹھیانویں (۹۸) صورتوں کے احکام کی تعداد تیس (۳۰) بیان فرمائی۔

امام احمد رضا اور فنِ تکسیر

اعلیٰ حضرت کے شاگرد مولانا سید ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شاہ صاحب ملے، جن کا خیال تھا کہ فنِ تکسیر کا علم صرف مجھ کو ہے۔ دورانِ گفتگو مولانا بہاری نے ان سے دریافت کیا کہ، جناب! نقش مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ شاہ صاحب مذکورہ نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا کہ سولہ ۱۶ طریقے سے، پھر انہوں نے مولانا بہاری سے پوچھا کہ، آپ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ مولانا نے بتایا کہ، الحمد للہ میں نقش مربع کو گیارہ ۱۱ سو باون ۵۲ طریقے سے بھرتا ہوں، شاہ صاحب سن کر محوِ حیرت ہو گئے اور پوچھا کہ مولانا! آپ نے فنِ تکسیر کس سے سیکھا ہے؟ مولانا بہاری نے فرمایا: ''حضور پر نور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے۔''

شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نقش مربع کتنے طریقوں سے بھرتے تھے؟ مولانا بہاری نے جواب دیا کہ ''دو ۲ ہزار تین ۳ سو طریقے سے۔'' پھر تو شاہ صاحب نے ہمہ دانی کا دعویٰ دماغ سے نکال باہر کیا۔ (سوانح اعلیٰ حضرت، مولانا بدر الدین احمد/ص: ۸۰)

امام احمد رضا اور مسئلہ دافع البلاء

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلاؤں کو دور کرنے والے ہیں۔'' اس عنوان کے تحت فاضل بریلوی نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ''اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعِتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاءِ''[1] ہے، جس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قرآن مجید کی ۶۰ آیات اور تین ۳ سو احادیث کریمہ سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کا اثبات واحقاق فرمایا ہے۔

۱؎ مطبوعہ دار الرضا دربار مارکیٹ لاہور

امام احمد رضا اور مسئلہ فضیلتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

''فضیلتِ مصطفیٰ'' کے عنوان کے تحت فاضل بریلوی نے ''تَجَلِّیُ الْیَقِیْنِ بِاَنَّ نَبِیَّنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ'' نامی کتاب تصنیف کی جس میں ڈھائی سو (۲۵۰) احادیثِ کریمہ سے سارے انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر سرکارِ مجتبیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادتِ مطلقہ اور فضیلتِ کبریٰ کا اثبات فرمایا ہے۔

امام احمد رضا اور مسئلہ ختم النبوۃ

اس عنوان کے تحت فاضل بریلوی نے ''جَزَاءُ اللّٰهِ عَدُوَّهٗ بِاِبَآئِهٖ خَتْمَ النُّبُوَّتِ''[1] نامی کتاب لکھی، جس میں ایک سو تیس ۱۳۰ احادیثِ طیبہ سے حضورِ شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا ہے۔

امام احمد رضا اور مسئلہ سجدۂ تعظیمی

اس عنوان پر فاضل بریلوی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''اَلزُّبْدَةُ الزَّكِيَّةُ لِتَحْرِيْمِ سُجُوْدِ التَّحِيَّةِ'' ہے۔ جس میں سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر چالیس ۴۰ احادیث صحیحہ سے استدلال فرمایا ہے۔

امام احمد رضا اور مسئلہ صلہ رحمی

اس عنوان کے تحت فاضل بریلوی نے ''رَآدُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَآءِ بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَآءِ'' نامی کتاب لکھ کر اس میں (۶۰) احادیث صحیحہ سے صدقہ دینے کی فضیلت، صلہ رحمی کے فوائد، اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی دنیوی اور اخروی برکتوں کی تفصیلات تحریر فرمائی ہیں۔

مسئلہ نمازِ عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا

اس عنوان پر ''سُرُوْرُ الْعِيْدِ فِيْ حِلِّ الدُّعَآءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيْدِ'' نامی

۱؎ مطبوعہ دار الرضا دربار مارکیٹ لاہور

کتاب لکھی جس میں (۳۸) حدیثوں سے نمازِ عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

امام احمد رضا اور مسائل وفضائل داڑھی

اس عنوان کے تحت فاضل بریلوی نے "لَمْعَةُ الضُّحٰی فِیْ اِعْفَاءِ اللُّحٰی" نامی کتاب لکھی جس میں (۱۸) آیتیں، (۷۲) احادیث اور علماء متقدمین کے (۶۰) ارشادات سے داڑھی کے فضائل و مسائل کا ثبوت پیش کیا......اختصار کی بناء پر صرف اتنے ہی مسائل پر اکتفا کر رہا ہوں، ورنہ فاضل بریلوی نے ہر عنوان پر ایک کتاب تصنیف کی ہے جس سے آپکا محقق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

☆☆☆

اسلامی دعوت میں اسلوب نبوت

افتخار احمد قادری

خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل:۱۲۵)

اپنے رب کے راستہ کی طرف (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے۔

رب کائنات کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کے لئے بڑی حکمت، بڑی دانشوری اور بڑی آگہی اور مصلحانہ انداز میں بڑی لطافت وخوبصورتی کی ضرورت ہے۔ ایک داعی خود کو محسوس کرے کہ وہ بڑے عظیم منصب اور اعلیٰ درجہ پر متمکن اور فائز ہے، کیونکہ وہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور اسسٹنٹ ہے اور اللہ کا داعی اور نمائندہ ہے۔

سبحان اللہ! ایک داعی کا مقام واکرام کتنا عظیم ورفیع ہے۔ ایسے داعی کو علوم نبوت اور معارفِ رسالت سے خوب سے خوب تر انداز میں مزین وآراستہ ہونا بھی ناگزیر ہے۔ اس داعی کو ایسے انسانوں کو جو گم کردہ راہوں کو ان کے مالکِ حقیقی سے ملانے کا عظیم فریضہ انجام دینا ہے، بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اس بڑے اور مقدس فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے داعی ومبلغ نہ صرف قرآن وسنت کے علومِ مبارکہ سے مسلح ہوں بلکہ انہیں خوبصورت اور پرکشش طرزِ دعوت اور اسلوبِ نبوت اختیار کرنے کا سلیقہ بھی آتا ہو۔

ایک مقام پر ربِ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (بنی اسرائیل:۵۳)

آپ میرے بندوں سے فرمادیں کہ ایسی باتیں کرو جو عمدہ اور دل پذیر ہوں، جو سنے وہ متاثر ہو اور انہیں قبول کرے۔

ہادیِ اعظم، واعظ اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ خطاب کیسا ہوتا تھا اسے آپ ایک صحیح حدیث میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایسا وعظ فرمایا کہ ہماری آنکھیں اشکبار اور ہمارے دل بہت ترساں اور متاثر ہوئے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آخری موعظت ونصیحت ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو ہمیں کیا نصیحت وعہد دیں گے؟ آپ نے فرمایا: میں تم سب کو ایک عمدہ اور روشن شاہراہ پر چھوڑ رہا ہوں، اس کی شب اس کے دن کی طرح ہے جو کوئی اس سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، لیکن تم جو میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدئین کی سنت سے آگاہی رکھتے ہو، اسے مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے تھام لینا اور ہمیشہ اپنے امیر کی اطاعت وپیروی کرنا، اگرچہ تمہارے اوپر کوئی حبشی امیر ہو، اس لئے کہ بندۂ مومن کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے جسے نکیل دے دی گئی ہو جہاں اسے لے جایا جائے وہ جاتا ہے۔

(ابن ماجہ)

کتنا خوبصورت اور پر کشش ہے اسلوب نبوی اور کتنی عظیم وحکیمانہ ہیں وہ باتیں جو زبانِ نبوت سے صادر ہوئیں۔ اسلوب نبوی کا ایک جلوہ یہ ہوتا ہے کہ پند وموعظت بڑے نرم وملائم انداز سے کی جاتی تاکہ سامعین جو سخت دل ہیں ان کے قلوب بھی موم ہو جائیں۔

امام بخاری نے یہی باب باندھا "الرفق فی الامر کلہ" ہر موڑ پر اور ہر شے میں نرمی اور لین کا مظاہرہ کرنا، اس باب میں امام بخاری نے جو حدیث مبارکہ درج کی ہے آپ بھی اسے پڑھیں۔

"اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: یہودیوں کی ایک ٹولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، انہوں نے اپنی زبان سے یہ الفاظ کہے: السام علیکم (آپ پر موت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے یہودیوں کی اس چال کو سمجھ لیا، فوراً

آپ نے جواب دیا علیکم السام واللعنة (تم سب پر موت ولعنت) ام المؤمنین بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرا نرمی سے اے عائشہ! اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں: یا رسول اللہ! کیا آپ نے وہ نہ سنا جو انہوں نے کہا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں میں نے اس کا جواب بھی دیا" اور تم پر موت۔" (صحیح بخاری، ص: ۸۹۰، ج: ۲)

شارحین نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ یہودیوں کی دعا تو صفر ہے اور حضور کی دعا مقبول، ان کو موت تو آنی ہی تھی، اس لئے ہمارے حضور کا ایک کلمہ وعلیکم (اور تم پر موت ہو) ان کی تباہی وبربادی کے لئے کافی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے درس دیا کہ کسی طرح کی زیادتی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ ہر حال میں نرمی برتنا شیوۂ اہلِ حق ہونا چاہئے۔

امام بخاری نے ایک اور حدیث تخریج فرمائی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور مسجد نبوی میں پیشاب کرنے لگا، صحابہ نے اس کو ڈانٹ ڈپٹ کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اسے چھوڑ دو (اس کا پیشاب نہ کاٹو) اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہادو، اس لئے کہ تم آسانی کرنے والے اور سختی نہ کرنے والے بنا کر دنیا میں بھیجے گئے ہو۔ (صحیح بخاری، ص: ۳۶، ج: ۱)

سبحان اللہ! کتنا عمدہ ہے اسلوب اور کتنی خوبصورت ہے تربیتِ نبوی، مسجد جیسی مقدس جگہ بلکہ حرم نبوی جیسے مبارک مقام کو ایک شخص نجاست سے آلودہ کر رہا ہے مگر حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم اس کام سے اسے اس لئے فوراً نہیں روک رہے ہیں کہ مبادا پیشاب کے رُکنے سے اسے کہیں ضرر ونقصان نہ ہو جائے اور اسے کوئی مرض لاحق نہ ہو جائے۔ آپ کا تحمل اور حلم بھی کتنا عظیم ہے۔

کسی کو اسلامی دعوت دینی ہو یا کسی کو دین پر کما حقہ مستقیم کرنا ہو تو ایسے مواقع پر یہ اسلوبِ نبوی ضرور پیش نظر رکھا جائے۔ یقیناً یہ طرزِ عمل پوری انسانیت کے لئے

آئیڈیل ہے۔ مذکورہ حدیث میں دوسری نہایت اہم بات یہ بتائی گئی ہے کہ امت محمدیہ ایک سہل و نرم قوم ہے، لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا اس کا مزاج اور طرۂ امتیاز ہے۔ ایسے مقامات پر نرم و آسان رویہ سے بڑے دوررس اثرات اور مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اسلامی دعوت پیش کرنے والوں میں ایک نہایت مؤثر بات یہ ہوتی ہے کہ داعی جس بات کی تبلیغ کر رہا ہے کیا اس پر خود اس کا عمل بھی ہے یا نہیں؟ اگر وہ عملی میدان میں پیچھے ہے تو اس کی دعوت بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے اور وہ مبلغ اس آیت کا مصداق بن جاتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ (البقرہ:۴۴)

تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔

اس سلسلہ میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل کتنا عمدہ اور کتنا جمیل ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات کی دعوت دیتے یا کوئی حکم سناتے تو سب سے پہلے اس پر آپ کا خود عمل ہوتا۔ حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں جب آپ نے ارشاد فرمایا:

ان کل دم فی الجاھلیۃ موضوع وان اول دمائکم أضع دم ربیعۃ بن حارث کان مسترضعاً فی بنی سعد بن لیث قتلہ ھذیل۔

وہ بنی سعد میں شیر خوار بچہ تھا۔ ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد)

کتنا خوبصورت، کتنا وزنی اور کتنا پر وقار ہے اسلوب نبوی کہ تعلیمات پیش کرتے وقت داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں پھر دوسروں کو عطا فرماتے ہیں، اسلامی دعوت کے طویل تسلسل میں اسلوبِ نبوی کا یہی جلوہ آپ کو ہر موڑ پر اور ہر موقع پر نظر آئے گا۔ سود کی حرمت کا جب آپ نے اعلان فرمایا تو اسی وقت یہ بھی فرما دیا کہ سب سے پہلے عباس (حضور کے چچا) کا سود معاف کرتا ہوں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وہ اسلوب و طرزِ عمل تھا کہ جسے دیکھنے والے دیکھتے اور سننے والے سنتے اور آپ پر نثار ہو جاتے۔ اسلامی دعوت کے سلسلہ میں اسلوبِ نبوی کا

ایک اور جلوہ ملاحظہ ہو، کعبہ مقدسہ کے کلید بردار حضرتِ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہجرتِ مدینہ سے قبل ایک روز نبی اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبولِ اسلام کی دعوت دی۔ میں نے جواب دیا: اے محمد! آپ کیسی عجیب وغریب باتیں کر رہے ہیں؟ آپ مجھ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ میں آپ کی اطاعت قبول کرلوں گا جبکہ آپ نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے اور ایک نیا دین لے کر آئے ہیں۔ آگے مزید بیان فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ہمارا یہ دستور تھا کہ ہم زائرین کے لئے پیر اور جمعرات کو کعبۂ مقدسہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور تشریف لائے اس مقصد سے کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ بھی کعبہ میں داخل ہوں، میں نے آپ کے ساتھ بڑی بداخلاقی کا مظاہرہ کیا اور نہایت ناشائستہ انداز میں گفتگو کی مگر حضور نے کسی قسم کی خفگی اور ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ بڑے حلم اور بردباری سے میری بدکلامی کو برداشت کیا اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ مجھ سے فرمایا:

یا عثمان لعلك ستری ھٰذا المفتاح یوما بیدی أضعه حیث شئت۔

اے عثمان! یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، ص:۳۶۶، ج:۵)

یہ سن کر میں بوکھلا گیا اور میں نے کہا کیا اس روز قریش کی عزت وآبرو خاک میں مل چکی ہوگی، تبھی تو یہ انقلاب رونما ہوسکتا ہے؟ حضور نے فرمایا: اے عثمان! جس دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اس روز قریش ذلیل وخوار نہ ہوں گے بلکہ ان کی عزت وشوکت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہوگا، حضرت عثمان کہتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد میرے دل میں نقش ہوگیا، مجھے یقین ہوگیا کہ ایسا ہی ہوگا، ان کی زبان پاک سے جو بات نکلتی ہے وہ لامحالہ ہوکر رہتی ہے۔ میں نے سوچا کہ اسلام قبول کرلوں لیکن میری قوم کو میرے اس ارادہ کی کہیں بھنک پڑ گئی تو وہ مجھے سختی سے جھڑکیں گے، اس لئے میں نے ایمان لانے کا ارادہ

ترک کردیا۔

جس روز مکہ فتح ہوا تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ کعبہ کی کلید پیش کرو، میری کیا مجال تھی کہ انکار کرتا، فوراً گھر سے چابی لے آیا اور بصد ادب بارگاہِ رسالت میں پیش کردی، حضور نے فرمایا: عثمان! تمہیں وہ دن یاد ہے جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ ایک روز یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ! بے شک آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چابی مجھے عطا فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

خذوھا خالدۃ تالدۃ لا ینزعھا منکم الا ظالم۔

یہ چابی لے لو اور میں تمہیں ابد تک کے لئے دے رہا ہوں اور جو تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد)

چودہ صدیاں بیت چکی ہیں ابھی تک وہ کلید جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دی تھی انہیں کی نسل میں چلی آرہی ہے اور یقیناً قیامت تک ان کی نسل میں ہی باقی رہے گی اور کعبہ شریف کی کلید برداری کا شرف انہیں ہی حاصل رہے گا۔

اس واقعہ میں ایک طرف علم غیب نبی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے تو دوسری جانب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر معمولی حلم وتحمل کا جلوہ بھی نظر آتا ہے۔

رب کائنات ہمارے سب مبلغین اہل سنت کو انہیں خطوط پر کام کرنے اور اسلوبِ نبوی کو پیش نظر رکھنے اور حکمتِ نبویہ کو بروئے کار لانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

☆☆☆

جن اور اس کی حقیقت

تحریر: ڈاکٹر حازم البکری الصدیقی

ترجمہ: محمد حسین مصباحی

بہت سے لوگ جن کے وجود کے منکر ہیں خصوصاً آج کے تعلیم یافتہ، سیکولر اور مادہ پرست لوگ اس میں مبتلا ہیں۔ یہ حضرات جنات اور ان سے منسوب روایات وحکایات کو ایک قسم کا وہم سمجھتے ہیں۔

لفظ جن کا لغوی اور اصطلاحی معنی

''جن اسم ہے۔ عربی ڈکشنری میں اختفا یعنی چھپ جانے کے معنی میں آتا ہے۔ اصطلاحی معنی: ''جن'' ایسی مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کی نگاہوں سے مخفی وجود عطا فرمایا ہے۔ مگر کبھی کبھی یہ ظاہر بھی ہوجاتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ بعض جاندار مخلوق انہیں دیکھ بھی سکتی ہے اور ان سے معاملات بھی کرسکتی ہے۔ اسی پوشیدگی میں یہ ملائکہ سے مل جاتے ہیں۔ حالانکہ ملائکہ (فرشتے) اللہ کی فوج ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝** (التوبہ:۲۶)

ترجمہ: پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کو بھی عام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ مگر بعض انبیاء ومرسلین سے ملاقات کرنے کا انہیں حکم دیا۔ مثلاً حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت سلیمان بن داؤد، حضرت زکریا، سیدہ مریم ام عیسیٰ اور رسول اکرم علیہم السلام۔ ان میں بعض کے سامنے صرف ظہور بھی ہوا اور بعض سے صرف باتیں ہوئیں۔ رب العالمین

نے اپنے لشکر (فرشتوں) کو مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور ان کے ساتھ مل کر مشرکین سے جنگ کرنے کے لئے بھی بھیجا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ (الانفال:۱۲)

ترجمہ: اے محبوب! جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو کافروں کو ان کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ۔

جنات فرشتوں سے مختلف ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا فرمایا اور جنات کی تخلیق بغیر دھوئیں کی آگ سے ہوئی۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلقت الملائکۃ من نور وخلقت الجان من مارج من نار ۔اور نار و نور کے درمیان فرق تو واضح ہے۔ کیونکہ آگ ایسا جسم ہے جسے ہاتھ سے چھوا جا سکتا ہے اور دور ہی سے اسے محسوس کر لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو پاکیزہ جنتی مخلوق میں پیدا فرمایا تھا، لیکن جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے حکم عدولی کی پس اللہ نے اسے ملعون قرار دیا اور جنت سے نکال باہر کیا تو وہ غضب الٰہی کا حق دار بن گیا۔

کسی عالم سے پوچھا گیا کہ ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے مجرد پیدا فرمایا۔ قرآن وحدیث میں شیاطین کا لفظ آیا ہے اور یہ ایک سے زائد پر دلالت کرتا ہے۔ تو پھر کیا جواب ہوگا، جبکہ ملعون کا سلسلۂ توالد جاری ہے اور اس کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ عالم صاحب نے جواب دیا، یہاں دو احتمال ہیں۔ پہلا یہ کہ شیاطین سے مراد شیاطین الجن ہے اور اس کا لغوی معنی خبث و فساد ہے۔ پس جن وانس میں سے جو بھی بدکاری کرے یا خسیس اور تکلیف دہ عمل کرے وہ شیطان ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ

الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ (الکہف:۵۰)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے کہ قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔

جنات شادی بیاہ بھی کرتے ہیں، ان میں توالد و تناسل بھی ہوتا ہے اس لئے ان کی تعداد بھی بڑھتی ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے:

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ (الرحمٰن:۷۴)

ان سے پہلے ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور نہ جن نے۔

اس آیت میں ''طمث'' کا لفظ آیا ہے جس کا معنی ''جماع'' ہوتا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے اور ان کی تعداد میں اضافہ ایک مخصوص عمل سے ہوتا ہے جسے علماء ''انشطار'' کہتے ہیں۔ یہ وہ طرز عمل ہے جس میں زندہ خلیے دو حصوں میں منقسم ہو جاتے ہیں پھر چار، پھر آٹھ، اسی طرح یہ سلسلہ بڑھتا رہتا ہے اور یہی وہ عمل ہے جس کے ذریعے بعض بنیادی مخلوقات کی تعداد بڑھتی ہے۔ ان میں ''مسیر او جیرا'' مشہور تر ہے۔

بعض علمائے باطن کہتے ہیں کہ فرشتے اور جنات غیر مرئی ہوائی اجسام ہیں (جس کو فی الوقت اثیریہ سے تعبیر کیا جاتا ہے) علمائے معتزلہ نے اپنی کتابوں میں انہیں اجسام رقیق کا نام دیا ہے اور کہا ہے کہ ان اجسام کے رقیق (باریک) ہونے کی وجہ سے ان کی اصل شکل و صورت میں دیکھنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ البتہ وہ دوسری شکلیں اختیار کرنے پر بھی قادر ہوتے ہیں۔ معتزلہ نے جنات کی متعدد قسمیں بھی بیان کی ہیں اور ان کے لئے کچھ نام بھی وضع کیا ہے مثلاً جو جن گھروں میں اور بالعموم لوگوں کے ساتھ رہتا ہے اسے ''عامر'' کہتے ہیں۔ (اس کی جمع عار ہے) وہ جن جو بچوں کے ساتھ رہتا ہے اسے ''روح'' کہتے ہیں۔ جو جن بدکاری میں ملوث رہتا ہے اور حضرت انسان کے دین و مذہب اور اخلاقیات پر شب خون مارتا ہے اسے ''شیطان'' کہتے ہیں، اس کی بدکاری اور ایذارسانی زیادہ ہو جاتی ہے تو اسے ''مارد'' کہتے ہیں اور جب وہ اس میں حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے اور ایذارسانی میں مستغرق ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی قوت خارقہ کے ذریعے دیگر جن و شیاطین کی حرکات شنیعہ

پر سبقت لے جاتا ہے تو اسے ''عفریت'' کہتے ہیں، اس کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ج وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ o قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ط (النمل:۳۹-۴۰)

ترجمہ: ایک بڑا خبیث جن بولا میں وہ تخت حضور میں حاضر کردوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔ اور اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

جنات بلاتکلف دیواروں کو چاک کرنے اور ان میں شگاف ڈالنے کی قوت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کی گرفت سے بچ نکلنا بہت مشکل ہے۔ مگر استعاذ، وضو، درود، آیت الکرسی اور معوذتین (فلق وناس) مکمل یا تھوڑا بھی پڑھنے سے وہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابن قتیبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے بنوکعب کے ایک شخص نے بتایا کہ وہ بصرہ گیا تھا تو اس نے وہاں ایک خستہ حال مکان دیکھا اس پر مکڑیوں نے جالا بن دیا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس مکان کی یہ حالت کیسے ہوئی تو لوگوں نے بتایا: یہ ویران نہیں بلکہ آباد ہے۔ اس شیخ نے مالک مکان کا پتہ لگا کر اس سے بات کی اور اس مکان کو کرایے پر مانگا مگر مالک مکان نے جواب دیا کہ آپ اپنی جان کی امان چاہتے ہیں تو اس مکان کو کرایے پر مت لیجئے کیونکہ اس میں ایک خبیث جن ''غول'' ہے۔ جو بھی شخص اس مکان میں جاتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ لیکن شیخ فرماتے ہیں کہ میں بضد رہا اور بالآخر میں نے اسے کرایے پر حاصل کر ہی لیا۔ آیت الکرسی، درود پاک اور تلاوت کلام ربانی سے میں نے ''عامر'' کو پست کردیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ ''غول'' ایک ایسا جن ہے جو گوشت نہیں کھاتا اور نہ ہی خون پیتا ہے۔ بلکہ وہ انسانوں کو صرف ڈراتا ہے اور ڈراونی ہنسی ہنستا ہے۔ جنات شیاطین سے بایں طور مختلف ہوتے ہیں کہ جنات زندگی بسر کرکے مرجاتے ہیں مگر شیاطین کو اللہ نے قیامت

تک کی مہلت دی ہے اس لئے ان کو موت نہیں آتی، قرآن میں ہے: **اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ o قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ o** (الاعراف:۱۴-۱۵)

مجھے فرصت دے اس دن تک جب کہ لوگ اٹھائے جائیں۔ فرمایا تجھے مہلت ہے۔

جن اپنی ہم جنس مونث سے شادی رچاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ بنات آدم سے بھی شادی کرتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے: **لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ o** (الرحمٰن:۷۴) ''طمث'' لغت میں جماع کو کہتے ہیں۔ عرب کی تاریخ میں ہے کہ بعض جنوں نے عورتوں سے شادی کی اور ان سے بچے بھی پیدا ہوئے۔ بعض ایسے اشخاص کا نام بھی ملتا ہے جن کے جن تھے۔ اسے ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الہام المرجان'' میں اسے بیان کیا ہے۔

جنات غیب نہیں جانتے مگر دجال صفت لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جن کو پکارتے ہیں تو جن ان سے قریب ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ج فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ o (سبا:۱۴)

پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا، جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی، پھر جب سلیمان زمین پر آیا جنوں کی حقیقت کھل گئی، اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔

جنات شیاطین کے برعکس ہوتے ہیں۔ شیطان کوڑا خانوں اور بیت الخلاؤں میں مجرد زندگی گزارتا ہے اور انسانوں کے خلاف دسیسہ کاری میں مصروف رہتا ہے، کتوں اور گدھوں کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے، ان کے ساتھ دل لگی اور محبت کرتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سمعتم صیاح الدیکۃ فاسئلوا اللہ من فضلہ فانہا رأت ملکا ۔ یعنی جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا

ہے۔(بخاری ومسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سمعتم نباح الکلب نهيق الحمار فتعوذوا بالله فانهن يرون مالاترون .

یعنی جب تم کتے کو بھونکتے سنو یا گدھے کو رینکتے ہوئے پاؤ تو اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔(بخاری)

جنات اپنے مخصوص معاشرے میں زندگی بسر کرتے ہیں۔قرآن کریم نے بھی کسی مجرد جن کا تذکرہ نہیں کیا ہے قرآن میں آیا ہے: وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ (الاحقاف:۲۹) اور جبکہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے۔دوسری جگہ آیا ہے: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ (الانعام:۱۲۸) اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا اور فرمائے گا اے جن کے گروہ۔ایک اور جگہ آیا ہے:

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ

(الاعراف:۳۸) اللہ ان سے فرماتا ہے کہ تم سے پہلے جو اور جماعتیں جن اور آدمیوں کی آگ میں گئیں انہیں میں جاؤ۔

ایک دلچسپ بات یہ بیان کی جاتی ہے کہ جنات حضرت انسان کی طرح رقص وسرود کی محفلیں بھی آراستہ کرتے ہیں، جن لوگوں نے ان کی بزموں کو دیکھا ہے وہ اس کی تائید کرتے ہیں۔

شہر موصل میں ''محلہ امام عون الدین'' میں ایک قدیم عام حمام تھا اسے ''حمام عبید آغا'' کہتے تھے۔پاس پڑوس کے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حمام جنات کی پناہ گاہ اور جائے قیام ہے، ان میں بعض سے ہمارے دوستانہ مراسم بھی تھے اور میں ان کی سچائی پر یقین کرتا ہوں، میں ۱۹۴۰ء میں ان کے بعض اشخاص سے براہ راست ملا ہوں، تو جو کچھ انہوں نے سن رکھا تھا اور جو انہیں معلوم تھا قدرے مجھے بتایا۔نماز مغرب کے معاً بعد یہ حمام بند ہو جاتا تھا اس لئے کہ اس وقت سخت تاریکی چھا جاتی تھی اور ۱۹۳۲ء سے پہلے موصل میں بجلی بھی نہیں تھی، کچھ لوگوں نے بتایا کہ کبھی کبھی رات میں حمام کے اندرونی ہال سے شور وغل اور گھونگھرو کی آواز

سنائی دیتی تھی اور ایسی آوازیں آتی تھیں جو گانے اور تالی جیسی معلوم پڑتی تھیں، اگلے دن صبح کو جب مالک حمام اور اس کے آدمیوں نے حمام کھولا تو فرنیچر اور دیگر اشیاء کی ترتیب میں فرق پیدا ہو گیا تھا یعنی وہ شکل نہ تھی جیسی کہ شام۔

جنات انسانوں کی طرح ادیان مختلفہ کے پیروکار ہوتے ہیں۔باوجود یہ کہ اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے ان میں انبیاء کو بھیجا مگر انہوں نے دوسرے مذہب کی پیروی کی۔تو کچھ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی تو وہ یہودی بن گئے۔کچھ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی تو وہ نصرانی بن گئے، جو کافر تھے۔وہ کفر و گمراہی پر ہی قائم رہے۔یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان میں جن کا دل ایمان کی طرف مائل تھا، وہ آپ کی ہدایت سے راہ یاب ہوئے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (الاحقاف:۲۹-۳۱)

اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے بولے اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھائی۔اے ہماری قوم! اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل چند صحابہ کے ساتھ ''تہامہ'' کی طرف نکلے اور وادی ''نخلہ'' میں نماز فجر ادا کی پھر باآواز بلند قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگے۔اس وادی میں جن کا ایک گروہ رہتا تھا، وہ تلاوت بغور سننے لگا۔تو جنات حضور سے قریب ہوتے

گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کومحسوس بھی نہ ہوا، کلام الٰہی کی سحر آفرینی سے متاثر ہو کر وہ لوگ ایمان لے آئے۔ پھر اپنے ساتھیوں کو خوشخبری سنانے لوٹے پھر چند جتھہ اور آیا تا کہ علم الٰہی حاصل کرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا وقت دیا اور قرآنی آیات بھی ان کے سامنے تلاوت کیں اور آسمانی باتیں بھی انہیں بتائیں۔ اسی رات کو ''لیلۃ الجن'' کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ''لیلۃ الجن'' میں حضور کے ساتھ تھے تو حضور ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور ہم ان کی تلاش میں وادیوں اور گھاٹیوں کی خاک چھاننے لگے، ہم نے خیال کیا کہ حضور اڑا لئے گئے یا آپ کا اغوا کر لیا گیا۔ تو ہم نے بہت بری رات گزاری، جب سحر طلوع ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے ''حرا'' کی جانب سے تشریف لاتے دیکھا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم سے کہاں بچھڑ گئے تھے، ہم نے تو آپ کو بہت تلاش کیا مگر تلاش بسیار کے بعد بھی مایوسی ہی ہاتھ لگی تو ہم نے بہت بری رات گزاری۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک جن نے بلایا تو میں اس کے ساتھ چلا گیا، اور انہیں قرآن کی تعلیم دی، حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلے تو ہمیں آپ نے جنات اور ان کی آگ کے آثار دکھائے۔

ترمذی اور ابن منذر نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو سورہ رحمٰن ابتدا تا انتہا سناتے تھے اور صحابہ ہمہ تن گوش ہو کر خاموشی سے سنتے تھے، تو ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے کہ تم لوگ چپ رہتے ہو حالانکہ میں نے ''لیلۃ الجن'' میں جنوں کے سامنے اس کی تلاوت کی تو وہ تم سے اچھے ٹھہرے، کیونکہ جب میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ o پر پہنچتا تو وہ لوگ کہتے: **ولا بشیء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد**۔ اسی دن بعض جن ایمان لے آئے اور اپنے بھائی آدم زاد کے لئے عمل خیر کرنے لگے۔

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ط فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا o وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا o (الجن:۱۴-۱۵)

اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم تو جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی سوچی اور رہے ظالم تو وہ جہنم کے ایندھن ہوئے۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت سیّد ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ کے پوتے

سیّد شاہد علی نورانی علیہ الرحمہ

تحریر: متین کاشمیری

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی قادری اشرفی رضوی کی ولادت باسعادت یکم اکتوبر سنہ 1959ء کو لاہور میں ہوئی آپ کے والد گرامی پروفیسر سید یعقوب علی رضوی المتوفی 1981ء مدفون قبرستان بدھو دا آوا ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ کینٹ پبلک کالج مردان اور جدِ امجد حضرت علامہ سید ایوب علی رضوی بریلوی المتوفی 1970ء مدفون قبرستان میانی صاحب (مرید وخلیفہ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث ومجدد بریلوی) جنہوں نے آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

انہوں نے قرآن مجید ناظرہ مسجد بغدادہ مردان صوبہ خیبر پختونخوا میں پڑھا اور گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 1 مردان سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اسی دوران آپ لاہور منتقل ہو گئے جہاں گورنمنٹ دیال سنگھ کالج سے ایف اے، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز سے بی اے، کالج آف ایجوکیشن سے بی ایڈ، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے، ایم او ایل، ایم ایڈ (IER)، شعبہ ایجوکیشن پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور سنہ 2004ء میں پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی زیر نگرانی عربی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جس کا عنوان ''الشیخ احمد رضا خان شاعراً عربیاً مع تدوین دیوان العربی'' تھا اور اسی سلسلے میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے گولڈ میڈل اور ایوارڈ وصول کئے۔ آپ عرصہ 4 سال تک مدینہ یونیورسٹی فیصل آباد میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی کلاسز کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرتے رہے۔ اسی دوران محی الدین غزنوی اسلامک یونیورسٹی نیریاں شریف آزاد کشمیر اور ٹیکسلا یونیورسٹی سے ایسوسی ایٹ پروفیسر علوم اسلامیہ کے لئے بھی آفر آ چکی تھی دور حاضر میں گورنمنٹ ہائر

سیکنڈری سکول وکالج فاروق آباد ضلع شیخوپورہ میں بطور سبجیکٹ اسپیشلسٹ اپنے فرائضِ منصبی سرانجام دے رہے تھے۔

لاہور میں انہوں نے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے یہاں پر ایک تبلیغی اور اشاعتی ادارہ معارف رضا قائم کیا۔ جس کے سرپرست سید ریاست علی قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) تھے۔ جس کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے آپ اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ حضرت علامہ مفتی اختر رضا الازہری مدظلہ العالی کے پنجاب کے تمام تبلیغی دوروں کا شیڈول اسی ادارے کے تحت ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں علی پبلک ہائی سکول وکالج آل رسول منزل گلی نمبر 10 پاک نگر اکرم روڈ مصری شاہ میں پرنسپل کے عہدے پر فائز رہے۔

آپ کی بیعت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھی اور آپ حضرت تاج الشریعۃ علامہ مفتی اختر رضا الازہری دامت فیوضہم کے خلیفہ مجاز تھے۔ علاوہ ازیں حضرت پیر سید مسعود احمد اشرفی نے بھی سلسلہ اشرفیہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے ہمیشہ ہر اس تنظیم میں بخوشی شمولیت اختیار کی جس کا تعلق اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ سے تھا۔ 1986ء میں جب حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے چند ناگزیر وجوہ کی بنا پر مرکزی مجلس رضا سے علیحدگی کا اعلان کیا تو اس وقت آپ مجلس کی عاملہ کمیٹی کے رکن تھے۔ جس کا آپ کو شدید صدمہ ہوا۔ اسی دوران نبیرہ اعلیٰ حضرت محدث و مجدد بریلوی حضرت صاحبزادہ علامہ قمر رضا خان رضوی دامت برکاتہم بریلی شریف سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ معاملہ ان کے گوش گزار کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ جس کے تحت ان معاملات کو فوری طور پر حل کیا جائے ان ہی دنوں حضرت پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی نے ماہنامہ جہان رضا کی ادارت سنبھال لی ان کے وصال کے بعد اب تک جناب سید منیر رضا قادری مدظلہ یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی تصنیف وتالیف میں بھی پیچھے نہ رہے۔ انہوں نے متعدد کتب پہ مقدمے، دیباچے اور تبصرے تحریر فرمائے۔ آپ کی تصانیف میں امام احمد رضا کی علمی خدمات پر تحقیقی جائزہ مقالہ ایم اے مطبوعہ 1992ء، حالات مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی مطبوعہ، حالات مولانا محمد ابراہیم رضا خان بریلوی مطبوعہ، مختصر سوانح مفتی

اعظم علامہ محمد اختر رضا خان الازہری بریلوی مطبوعہ، سوانح حیات حضرت حاجی محمد عثمان الرضا قادری رضوی بریلوی مطبوعہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کی شادی خانہ آبادی ماہِ اپریل 1993ء میں امام اہلسنت حضرت سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کی پڑپوتی مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی، شارح بخاری شریف علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھتیجی اور حضرت پیر سید مسعود احمد اشرفی المتوفی 2015ء کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جن سے آپ کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئے جو کالجز اور سکولز میں زیر تعلیم ہیں۔

آپ کا ذاتی کتب خانہ جو ہزاروں نادر و نایاب کتب پر مشتمل ہے جس میں مرکزی مجلس رضا لاہور اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی مطبوعات اور اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کی تصانیف کثیر تعداد میں موجود ہیں جو بالخصوص اعلیٰ حضرت محدث بریلوی پر تحقیق کرنے والے صاحب علم حضرات کے لئے بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوں گی۔

آپ کے ایم اے کے ایک مقالے بعنوان ''امام احمد رضا فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا جائزہ'' کے حوالے سے پروفیسر غلام سرور رانا شعبہ سیاسیات گورنمنٹ کالج لاہور تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے ایک فاضل عزیزی سید شاہد علی نورانی کا مقالہ قابلِ ستائش ہے۔ موصوف نے اس سلسلہ میں کافی محنت کی ہے۔ حوالہ جات اور متن ہر لحاظ سے مستند ہیں۔ کیوں نہ ہو جبکہ عزیز محترم کو مواد حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے مہیا کیا ہوا اور وہ خود نبیرہ سید ایوب علی رضوی مرید وخلیفہ اعلیٰ حضرت ہوں۔

سیدی و مرشدی ڈاکٹر شاہد علی نورانی مرحوم ومغفور کا معمول تھا کہ وہ حضرت داتا گنج بخش فیض عالم قدس سرہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوتے رہتے۔ انہوں نے اس درگاہ عالیہ سے جو فیض حاصل کیا۔ اس کے بارے میں یوں بیان فرماتے ہیں:

حضرت داتا گنج بخش فیضِ عالم قدس سرہ کا آستانہ مرکز انوار وتجلیات ومنبعِ فیوض و برکات ہے اس خانقاہ عالیہ پر حاضر ہونے والا زائر اپنی استعداد سے زیادہ مستفید و مستفیض ہوتا ہے۔ مجھے بارہا اس درگاہ پر حاضر ہو۔ [illegible] ف حاصل ہوا۔ میں جب بھی وہاں حاضر

ہوا خالی نہ لوٹا۔

والدین کے انتقال کے بعد ایف اے سے آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ گھریلو ذمہ داریوں کی بنا پر مختلف اداروں میں ملازمت کرتا رہا۔ سلسلہ تعلیم منقطع ہونے کا از حد دکھ تھا اسی دوران حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن کا حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے قلبی و روحانی تعلق تھا۔ جو سادات پر بڑی شفقت فرمایا کرتے۔ بالخصوص طالب علموں کو اپنا تعلیمی معیار بلند و بہتر کرنے کی ترغیب دلایا کرتے۔ اور ان کی دینی، علمی اور روحانی تربیت بھی فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے میری ڈھارس بندھائی اور حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے آستانے پر بھیج دیا۔ بس پھر کیا تھا میں نے داتا جی سرکار میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے اجازت دیں کہ مزید اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں۔ اور آپ میرے حق میں خصوصی دعا فرمائیں۔

چند دنوں بعد اس دعا کی مقبولیت کے آثار نظر آنے لگے اور میرے تمام مسائل حل ہوتے گئے۔ آخر کار میں نے بی اے کرنے کے لئے کالج میں داخلہ لے لیا اور ساتھ ساتھ پارٹ ٹائم پرائیویٹ ملازمت بھی کرتا رہا۔ اسی طرح بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ اور پی ایچ ڈی تک تعلیم حاصل کی۔ اس اثناء میں مجھے محکمہ ایجوکیشن میں گورنمنٹ کی ملازمت مل گئی۔ اس وقت متعدد طلبہ کو ایم فل اور پی ایچ ڈی کروا چکا ہوں۔ عرصہ چار سال تک مدینہ یونیورسٹی فیصل آباد ایسوسی ایٹ پروفیسر رہا۔ دوسرا معاملہ کچھ اس طرح کا تھا کہ میری دلی خواہش تھی کہ کسی طرح بھی حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مزار مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل ہو جائے اسی سلسلے میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یہ استدعا کی کہ مجھے بریلی شریف جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔

روحانی دنیا میں بھی سلف صالحین اولیاء واصفیاء کا معمول رہا ہے کہ اپنے علاقے کی روحانی شخصیت سے اجازت لے کر باہر جانا چاہئے اور جہاں پر بھی جائیں وہاں کی روحانی شخصیت کے مزار پر حاضر ہو کر آنے کی اجازت حاصل کریں۔ ایسا کرنے سے نقصان کا احتمال نہیں رہتا۔ کیونکہ ہر علاقہ میں کسی نہ کسی صاحب حال کا تصرف ہوتا ہے۔

بس پھر کیا تھا میرے تمام معاملات بآسانی حل ہو گئے پاسپورٹ، زادِ راہ اور ویزہ

میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئی۔ اور میں باخیریت و عافیت خانقاہِ بریلی شریف کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس لوٹا اور آتے ہوئے مجھے تاج الشریعت مفتی اختر رضا الازہری مدظلہ نے خلافت سے نوازا۔ جو میرے لئے نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔

یہ ان کے حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے بارے میں آخری کلمات تھے جو بروز منگل بمورخہ 24 مئی راقم الحروف کی موبائل فون پر آخری بات چیت ہوئی۔ گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ آپ بالکل تندرست اور صحت مند ہیں۔ راقم الحروف نے انہیں بتایا کہ وہ کتاب ''تجلیاتِ داتا'' پر مقدمہ یا دیباچہ لکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اپنے آباؤ اجداد کے خاندانی حالات و واقعات پر ایک کتاب تحریر کرنی ہے۔'' اس کے بعد کافی دیر تک حضرت داتا گنج بخش نور اللہ مرقدہٗ کے حوالے سے گفتگو کرتے رہے۔ میری حوصلہ افزائی فرمائی اور کچھ مفید باتیں بتائیں۔ اگلے دن بروز بدھ بمورخہ 25 مئی 2016ء بمطابق 18 شعبان المعظم 1437ھ بوقت مغرب نماز کے لئے وضو کرنے کے بعد حالت غیر ہو گئی اور اسی دوران کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کرنے لگے۔ انہیں جناح ہسپتال لے جایا گیا۔ کچھ دیر بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے جسدِ نورانی کو برادرِ اکبر سید محمد علی سبحانی صاحب کی رہائش گاہ واقع سادات سٹریٹ نزد یادگار سکول شیلر چوک باغبانپورہ لایا گیا۔ کیونکہ آپ عرصہ دراز تک یہیں پر مقیم رہے۔ آپکے انتقال کی خبر سنتے ہی دور ونزدیک سے عوام وخواص نے پہنچنا شروع کر دیا پل بھر میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ لوڈ شیڈنگ، شدید گرمی اور جگہ کی تنگی کی بنا پر اس علاقے کی مشہور و معروف روحانی شخصیت اور حضرت داتا گنج بخش کے فیض یافتہ پیرِ طریقت حضرت سید مسکین حسین شاہ بخاری مدظلہ العالی نے تین دن تک تعزیت کے لئے آنے والے حضرات کے لئے اپنے آستانے اور رہائش گاہ کے دروازے کھول دیئے اور خاطر خواہ انتظام کیا۔ پیرِ طریقت حضرت صوفی محمد صدیق نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفیہ مجاز محبّ و محبوب سادات حضرت صوفی رانا محمد اعجاز نقشبندی مجددی بھی تشریف لائے انہوں نے تجہیز و تکفین کے سلسلہ میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

حضرت ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی نور اللہ مرقدہٗ کو غسل دینے کی سعادت ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی دامت فیوضہم کے دستِ راست اور پرنسپل اسلامک انسٹی ٹیوٹ حضرت

علامہ قاری محمد یونس جلالی مدظلہ العالی، صاحبزادہ سید عابد حسین شاہ بخاری، علی عثمان، صاحبزادہ سید خبیب علی اور برادر اکبر سید محمد علی سبحانی صاحب کو حاصل ہوئی۔ غسل کے بعد آپ کے جسدِ نوری کو پہلے جامعہ حزب الاحناف میں اس کے بعد حضرت داتا گنج بخش فیض عالم قدس سرہ کے آستانے پر لے جایا گیا جہاں بعد از نماز عصر نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جو آپ کے برادرِ نسبتی حضرت علامہ صاحبزادہ سید نثار اشرف رضوی مدظلہ نے پڑھائی۔ اور ایصالِ ثواب کے لئے صاحبزادہ مصطفیٰ اشرف رضوی مدظلہ نے دعائے خیر کی۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء مشائخ مدارس، سکول، کالج، یونیورسٹی کے طلبہ واساتذہ کے علاوہ آپکے عزیز و اقارب نے شرکت کی۔ انہیں اپنے جدِ امجد حضرت سید ایوب علی رضوی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (مرید وخلیفہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے پہلو میں میانی صاحب قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ایصالِ ثواب کے لئے بروز جمعۃ المبارک بمورخہ 27 مئی بعد از نماز جمعہ تا مغرب جامع مسجد رضا سادات سٹریٹ نزد یادگار سکول میں قل خوانی کی گئی جس میں کثیر تعداد علماء و مشائخ اور عوام وخواص نے شرکت کی۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت

مادے وقطعہ تاریخ ارتحال

"آہ، پاکباز، مقرب بندہ، عالی نسب، سید شاہد علی نورانی" (۱۴۳۷ھ)

"انعمت علیہم، خصال" (۱۴۳۷ھ)

"گنج حلم، اشرفی، رضوی بریلوی" (۲۰۱۶ء)، "باایمان محقق، ماہر رضویات" (۲۰۱۶ء)

صدمہ، ہادی، مہربان، محب اعلیٰ حضرت (۲۰۱۶ء)

سیدی شاہد علی تھے بے مثال — صاحب اقبال تھے وہ لازوال
سالِ رحلت پہ متیں آئی ندا — "آہ، عالی قدر رضوی" باکمال

۱۴۳۷ھ

ہدیہ منقبت

بحضور سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

نبی کے عم مکرم، امیر حمزہ ہیں — سراپا سطوتِ محکم، امیر حمزہ ہیں
لقب ملا ہے انہیں سید الشہداء کا — جہانِ حق میں معظم، امیر حمزہ ہیں
سبق سکھا کے ابو جہل کو یہ بتلایا — فدائے نورِ مجسم، امیر حمزہ ہیں
ملی ہے ان کی بدولت حضور کو تسکین — قرارِ سید عالم، امیر حمزہ ہیں
سعادتوں میں نہیں کوئی ان کا ہم پایہ — فضیلتوں میں مقدم، امیر حمزہ ہیں
بڑھا ہے ان کی بدولت وقارِ دینِ حسن — نبی کے دین کا پرچم، امیر حمزہ ہیں
بجا ہے ناز شجاعت کو جن کی جرأت پر — وہ کوہِ عزم مجسم، امیر حمزہ ہیں
رہے گا ان کی عزیمت کا تذکرہ جاری — سدا بہار کا موسم، امیر حمزہ ہیں
جہانِ کفر کے اک اک جغادری کو بجا — دکھاتے راہِ جہنم، امیر حمزہ ہیں
حضور ان کی جدائی میں ہیں ملول ہوئے — بنائے گریۂ پیہم، امیر حمزہ ہیں
کرے ہے انکی شہادت دلوں کو رنجیدہ — ہمیشہ رکھیں جو پرنم، امیر حمزہ ہیں
کرو تم ان کے وسیلہ سے من مراد طلب — ہر ایک درد کا مرہم، امیر حمزہ ہیں

جہانِ مہر و وفا کے ابد تلک مہجور
امیر و قائدِ اعظم، امیر حمزہ ہیں

☆صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم

○رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید عارف مہجور رضوی

تحریک آزادی پاکستان میں اعلیٰ حضرت علیہم الرحمہ کا کردار

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلم لیگ کی تائید اسی دوسرے گروہ نے کی جن کے روحانی پیشوار اعلیٰ حضرت احمد رضاخان بریلوی تھے۔ ہر چند کہ یہ دور میں سیاسی بلوغت کا نہ تھا لیکن اعلیٰ حضرت نے اس بات کی اچھی طرح سمجھ لیا کہ ہندی مسلمان کی نجات کا تمام تر دارومدار ان کے الگ تشخص اور اسلامی نظام کے نفاذ پہ ہے۔ وہ مسلمانوں کی معاشی اور سیاسی خوشحالی کے لئے ایک منصوبہ رکھتے تھے جس کے اہم نکات کا اظہار انہوں نے ۱۹۱۲ء میں حاجی لعل خان (کلکتہ) کے نام ایک مفصل خط میں کیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ مسلمان اپنے تمام معاملات میں خصوصًا عدالتی مقدمات جن پر بے دریغ روپیہ ضائع ہوتا ہے، اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

۲۔ مسلمان مسلمان بھائیوں کے علاوہ کسی سے خرید و فروخت نہ کریں، ہندوستان کے دولت مند مسلمان مسلمانوں کے لئے غیر سودی بنکاری قائم کریں۔

۳۔ ہندوستان کے دولت مند مسلمان مسلمانوں کے لئے غیر سودی بنکاری قائم کریں، اور ایسے بنک کھول کر نفع کے لئے حلال ذرائع مہیا کریں۔

۴۔ مسلمان، دین اسلام پر سختی سے کاربند رہیں، اور کسی دنیاوی غرض کے حصول کے لئے غیر دینی ذرائع اختیار نہ کریں۔

جیسا کہ حالات سے پتہ چلتا ہے، اس دور میں مسلم لیگ اپنی ابتدائی منزل میں تھی جبکہ کانگریس کا یہ دور بلوغت تھا اور اسے قوم پرست علماء کی تائید حاصل تھی اس لئے مسلم لیگ کو تہی دست بنانے کے لئے کانگرس نے ایسا تانا بانا بنا کہ اس چشمہ سے اس کا تعلق ختم کیا جا سکے، جہاں سے مسلم لیگ کو افرادی قوت مل سکتی تھی۔ یعنی اعلحضرت بریلوی کے خلاف، انگریز نوازی، وطن دشمنی، مسلمان عدم دوستی اور فرقہ پرستی جیسے بے بنیاد الزام کی مہم کا آغاز کیا۔